شریعت اسلامیہ میں فتویٰ نویسی کے اصول وآداب اور عصری تحدیات

Principles and Etiquettes of Fatwa Writing in Islamic Shari'ah and Current Issues

* حافظ فیصل عباس: پی ایچ ڈی سکالر، دی یونیورسٹی آف لاہور، لاہور۔qarifaisal92@gmail.com

**ڈاکٹر ظہور اللہ الازہری: ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، دی یونیورسٹی آف لاہور، لاہور-dr.zahoorazhari@gmail.com

ABSTRACT

Progress in human life is a natural process as a result of which man also suffers from difficulties. Sometimes these problems are so complex that the average person seems helpless to solve them. A Muslim seeks a fatwa from scholars to resolve problems arising out of religious and worldly affairs. Various rules and etiquettes have been laid down in Islamic law for issuing fatwas. This article examines the teachings on fatwa in Islamic law. The need for fatwas for Muslim scholars to suggest solutions to various problems in human life and the Islamic principles and rules related to it. Also, the importance of the dissertation, its objectives, research methods, research questions, previous discussions on this topic, etc.The decision of a Shariah expert in Shariah matters is called a fatwa. A person who has knowledge of the Qur'an and Sunnah and who knows the rules of Shariah, when he offers a Shariah solution to an issue or an ambiguous event, it is called a fatwa.There are some rules and regulations for writing a fatwa in Islamic law that every mufti needs to know. They relate to the practice of fatwas, writing fatwas, original fatwas and etiquette fatwas.It is a fact that a fatwa is meant to solve problems. Where it solves problems, it also faces problems. The current system of fatwa writing faces many challenges, some of which are as follows:Sectarianism, terrorism, misuse of the commandments, rebellion against the Islamic State, takfiriyyah, unavailability of aunts of books, tolerance of muftis, unavailability of consensus forum.

Keywords: Iftaa, Legal Opinion, Islamic Jurisprudence, Principals and Etiquettes of Fatwa Writing, Current Issues.

مقدمہ

اللہ تعالی نے بندوں کی ہدایت کے لئے قرآن مجید نازل کیا۔اور قرآن مجید کی وضاحت اور تفسیر و تشریح کے لئے نبی اکرم ﷺ کی ذات گرامی کو معلم بنا کر بھیجا۔صحابہ کرامؓ براہ راست فیوض نبوت سے مستفیض ہوتے رہے

اور جس مسئلہ کی وضاحت درکار ہوتی تو وہ بلا جھجک حضور ﷺ سے پوچھ لیتے تھے۔ جب اسلام دور دراز علاقوں تک پھیلتا چلا گیا، نئی نئی فتوحات ہوتی گئیں اور مختلف تہذیب وثقافت کے لوگ اسلام کے سایہ عاطفت میں پناہ لینے لگے تو مسائل بھی جنم لینے لگے جن کے حل کیلئے فقہ کی ضرورت پیش آئی تو تابعین کرامؒ نے باقاعدہ طور پر اس کی تدوین و ترتیب کی طرف توجہ کی اور اصول و قواعد وضع کیے۔ جس کے بنیادی ماخذ چار (کتاب اللہ، سنت رسول ﷺ، اجماع، قیاس) ہیں۔ اگر مسئلے کا حل قرآن پاک سے نہ ملے تو سنت رسول ﷺ کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔ پھر اجماع صحابہؓ سے راہنمائی لی جاتی ہے۔ اگر مسئلہ حل نہ ہو تو پھر مفتی قرآن وحدیث کے عمومات اور جزئیات کے مطابق قیاس کر کے اور اجتہاد کے ذریعے مسئلے کو حل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ انسانی زندگی میں ترقی ایک فطرتی عمل ہے جس کے نتیجے میں انسان مشکلات سے بھی دوچار ہوتا ہے۔ بعض اوقات یہ مشکلات اس قدر پیچیدہ ہوتی ہیں کہ ایک عام شخص ان مشکلات کے حل کے سامنے بے بس نظر آتا ہے۔ ایک مسلمان دینی و دنیاوی امور کے متعلق پیش آمدہ مشکلات کے حل کے لئے اہل علم سے فتویٰ طلب کرتا ہے۔ فتویٰ دینے کے لئے اسلامی شریعت میں مختلف اصول وآداب وضع کیے گئے ہیں۔ اس مقالہ میں اسلامی شریعت میں فتویٰ نویسی کے متعلق تعلیمات کا جائزہ لیا گیا ہے۔ مسلم سکالرز کا انسانی زندگی میں مختلف مسائل کے حل تجویز کرنے کے لئے فتویٰ کی ضرورت اور اس سے متعلق اسلامی اصول و ضوابط کا جائزہ لیا گیا ہے۔ نیز اس کے بعد مقالہ کی اہمیت، اس کے مقاصد، طریق تحقیق، تحقیقی سوالات اس موضوع پر گزشتہ بحوث کا تذکرہ وغیرہ ہے۔

اہمیت موضوع

کتاب و سنت اور سیر صحابہؓ کا بغور مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ فتویٰ دینا اللہ کی سنت، رسول اللہ ﷺ کی سنت، صحابہ کرامؓ اور سلف صالحین وائمہ دین کی سنت بھی ہے۔ قرآن مجید میں "استفتاء" اور "افتا" دونوں کا ذکر مختلف مقامات پر آیا ہے۔ مثلاً وَیَسْتَفْتُوْنَکَ فِی النِّسَاءِ قُلِ اللہ یُفْتِیْکُمْ فِیْهِنَّ[1] "اور لوگ آپ سے عورتوں کے بارے میں فتویٰ پوچھتے ہیں فرمادیجئے: اللہ تمہیں ان کے بارے میں فتویٰ دیتا ہے"۔ اور یسْتَفْتُوْنَک قُلِ اللّٰہ یُفْتِیْکُمْ فِی الْکَلَالَة-[2] "لوگ آپ سے فتویٰ پوچھتے ہیں فرمادیجیے: اللہ

---

[1] سورۃالنساء ۴: ۱۲۷

Surah al Nisa, 4:127

[2] سورۃالنساء ۴: ۱۷۶

Surah al Nisa, 4:176

تمہیں کلالہ کے بارے میں فتویٰ دیتاہے"۔ جن مسائل ، احکام اور اشکالات کے متعلق صحابہ کرامؓ نے نبی اکرم ﷺ سے سوالات دریافت کئے اورآپ ﷺ کی طرف سے ان کے ارشاد کردہ جوابات فتاویٰ رسول ﷺ کہلاتے ہیں۔ جو کتب احادیث میں بکثرت پائے جاتے ہیں۔ اسی طرح صحابہ کرامؓ کے کثیر تعداد میں فتاویٰ تاریخ وسیر کی کتب میں موجود ہیں یہاں تک کہ بعض صحابہ کرامؓ اسی مناسبت سے امتیازی حیثیت کے حامل تھے۔ عہد رسالت میں عموماً زبانی فتاویٰ پر اکتفا کیا جاتا رہااور عہد صحابہؓ میں فتویٰ کاکام دونوں طرح سے یعنی زبانی اور کتابت کی شکل میں جاری رہا۔ پھر بعد والے ادوار میں کتاب وسنت کی جمع وتدوین کے ساتھ ساتھ ان کے متعلقہ دوسرے علوم مثلاً فقہ ، اصول فقہ، اصول حدیث والتفسیر اور نحووصرف وغیرہ میں بھی مسلسل ترقی ہوتی رہی یہاں تک کہ ایک فن کی حیثیت سے علمائے امت کے فتاوی کو کتابی شکل میں الگ مرتب کیا جانے لگا۔ غرض کہ مسلمانوں کو زندگی کے ہر موڑ پر فتویٰ کی ضرورت ہے۔ان تمام مفتیان کرام کی کاوش قابل داد ہے جو اس فرض کو احسن انداز سے نبھاتے رہے اور امت مسلمہ کو راہ راست پر چلانے میں بھر پور کردار ادا کرتے رہے، لہٰذا ضروری تھا کہ اس اہم موضوع کو زیر بحث لایا جائے۔

مقاصد تحقیق

مقالہ "شریعت اسلامیہ میں فتویٰ نویسی کے اصول وآداب اور عصری تحدیات " میں اسلامی شریعت میں فتویٰ نویسی کے اصول و ضوابط اور عصری تحدیات کے حوالہ سے اہم چیزیں پیش کی گئ ہیں۔ اس کے علاوہ اس موضوع پر قلم اٹھانے کے مندجہ ذیل مقاصد ہیں:

۱۔ مفتیان کرام کی تحقیقی کاوشوں کو معاشرے میں متعارف کروانا۔
۲۔ پاکستان میں فتاویٰ کے علمی مقام ومرتبے کو واضح کرنا۔
۳۔ لوگوں کو ان فتاویٰ کی روشنی میں اپنے مسائل حل کرنے کے لئے آمادہ کرنا۔
۴۔ اس عظیم کام کا جو مقام اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ہاں ہے اس سے لوگوں کو آگاہ کرنا۔
۵۔ اس موضوع پر لکھنے کا مقصد علماء کو خراج تحسین پیش کرنا بھی ہے۔

سابقہ کام کا جائزہ

فتویٰ نویسی کے میدان میں بڑے بڑے شاہسوار اترے اور انہوں نے اپنے اپنے ذوق کے مطابق گراں قدر یادگار تصانیف چھوڑیں۔ برصغیر پاک وہند میں بہت سارے فتاویٰ مثلاً فتاویٰ عالمگیری، فتاویٰ قاضی خان، فتاویٰ رضویہ، فتاویٰ عزیزیہ وغیرہ علماء کی تحقیقی کاوشوں کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ پاکستان میں علماء کی فتویٰ نویسی

کی بات ہو تو ذہن فوراًان تمام فتاویٰ کی طرف منتقل ہو جاتا ہے جو مختلف اوقات و مقامات پر مختلف مکتبہ فکر کے لوگوں نے زیب قرطاس کیے۔ مثلاً فتاویٰ ثنائیہ مدنیہ، فتاویٰ اہلحدیث، فتاویٰ عثمانی، فتاویٰ نوریہ، احسن الفتاویٰ، منہاج الفتاویٰ اور فتاویٰ نعیمیہ وغیرہ۔ جی سی یونیورسٹی فیصل آباد میں فتاویٰ ثنائیہ، فتاویٰ رضویہ اور فتاویٰ دارالعلوم دیوبند کے منہج واسلوب پر کام ہوا ہے۔ تاہم اسلامی شریعت میں فتویٰ نویسی کے اصول وآداب جیسے اہم موضوعات پر تحقیقی کام بہت کم ہوا ہے۔اس لئے وقت کا تقاضا ہے کہ ’’شریعت اسلامیہ میں فتویٰ نویسی کے اصول وآداب اور عصری تحدیات ‘‘جیسے اہم موضوعات پر کام کیا جائے۔

بنیادی تحقیقی سوال

موجودہ زمانے میں فتویٰ نویسی کی ضرورت ہے یا نہیں اور کیا واقعی فتویٰ نویسی کو درپیش چیلنجز کا سامنا ہے یا نہیں؟

منہج تحقیق

طریق تحقیق بیانیہ ہے۔ اس مقالہ کو مستند بنانے کے لئے تمام ممکنہ بنیادی ماخذ و مصادر سے استفادہ کیا گیا ہے۔ مطالعہ کتب اور تحقیقی امور سرانجام دینے کے لئے ماہرین علم و تحقیق سے مشاورت لی گئی اور ان کی آراء سے استفادہ کیا گیا ہے۔ مطالعہ کتب اور تحقیق کے لئے مختلف لائبریریوں سے استفادہ کیا گیا ہے۔اس مقالہ میں فتویٰ نویسی کے لغوی و اصطلاحی معنی کے بعد اس کے اصول و ضوابط کی وضاحت کی گئی ہے۔ فتویٰ نویسی کو جو درپیش چیلنجز ہیں ان کا ذکر کیا گیا ہے اور آخر میں ان کا حل اور سفارشات ذکر کی گئی ہیں۔

فتویٰ کے متعلق اہم اصطلاحات کا جائزہ

فتویٰ کا لغوی معنی

لفظ فتویٰ کبھی بضم الفاء ’’فتویٰ‘‘اور ’’فُتْیا‘‘ بھی بولا جاتا ہے۔

کہا جاتا ہے :اَفْتیٰ اِفْتَائَ فُلاناَ ’’فلاں نے فتویٰ دیا‘‘۔

تَفاتُوْااِلَی العَالِمِ’’فتویٰ دریافت کرنے کیلئے عالم کے پاس جانا‘‘۔

اور اگر باب استفعال سے ہو جیسے :

اِسْتَفْتیٰ اِسْتِفْتَاء الْعَالِمَ فِی الْمَسْئَلَةِ تو معنی ہو گا:’’عالم سے فتویٰ طلب کرنا‘‘۔

فتویٰ کی جمع اَلْفتاوِی وَالْفتاوٰی آتی ہے۔[3]

شرعی مسائل میں ماہر شریعت کا فیصلہ[4]۔ شرعی حکم۔

حکم شریعت کے بیان کو فتویٰ کہتے ہیں[5]۔

جواز یا عدم جواز کی بابت حکم لینا[6]۔ فقہا کا وہ شرعی حکم جو کسی بات کے جواز یا عدم جواز میں بہ ثبت مواہیر دیا جائے[7]۔

فتویٰ کا اصطلاحی معنی

فتویٰ کا لغوی معنی بیان کرنے کے بعد مختلف محققین کے نزدیک فتویٰ کا اصطلاحی معنی کیا ہے؟

الفتویٰ الجواب عما یشکل من المسائل الشرعیة او القانونیة- [8]

"مشکل شرعی مسائل یا قانون کے بارے میں دیے جانے والے جواب کو فتویٰ کہتے ہیں"۔

الفُتیا والفتویٰ الجواب عما یشکل من الاحکام-[9]

---

[3] بلیاوی، ابوالفضل عبدالحفیظ، مولانا، مص: باح اللغات، (سعید ایچ۔ایم کمپنی ادب منزل پاکستان، چوک کراچی، ۱۹۸۱ء) مادہ فتی، ص: ۶۱۸

Bulyavi, Abu-al-Fazal Abdul Hafeez, Moulana, Misbah-ul-Lughaat, (H.M.Saeed Company, Adab Manzal Pakistan, Chowk Karachi, 1981), P:618

[4] المنجد عربی اردو، (دارالاشاعت، کراچی، ۱۹۹۴ء)، مادہ فتی)، ص: ۷۲۹

Almunjid Arabi Urdu, (Dar-ul-Isha'at, Karachi, 1994), P: 729

[5] المعلم بطرس البستانی، محیط المحیط، (مکتبہ لبنان، ساحۃ ریاض الصالح، بیروت، ۱۹۸۳ء)، مادہ فتر، ص: ۶۷۷

Al-Mu'allam Batras Al-Bastani, Muheet-ul-Muheet, (Maktiba Labnan, Sahat-ur-Riaz Alsalah, Berut, 1983), P: 677

[6] مولوی نورالحسن نیر (مرحوم)، نوراللغات، (نیلاب پرنٹرز، گوالمنڈی، راولپنڈی، ۲۰۰۶ء)

Molvi Noor-ul-Hassan Nayyar (Late), Noor-ul-lughat,(Nilab Printers, Gawalmandi, Rawalpindi, 2006)

[7] دہلوی، سید احمد، فرہنگ آصفیہ (عدن پرنٹرز، شاہ زیب مارکیٹ، کوپر روڈ، لاہور، ۲۰۰۶ء)، مادہ ف ت و، ۳۲۶/۳

Dehlvi, Syed Ahmad, Farhang-e-Aasfia, (Idan Printers, Shah Alam Market, Coper Road, Lahore, 2006), 3/326

[8] المعجم الوسیط، (داراحیاء التراث العربی، بیروت، لبنان)، مادہ فتاہ، ۶۷۳/۲

Al-Mojam Al-Waseet, (Daar Ahya Al-Turaas Al-Arabi, Berut), 2:673

[9] اصفہانی، راغب، امام، مفردات الفاظ القرآن، (دارالقلم دمشق، الدارالسامیۃ، بیروت، ۱۹۹۲ء)، مادہ فتی، ص: ۶۲۵

Asfahani, Raghib, Imam, Mufridat-ul-Quran, (Daar Al-Qalam, Damishq, Aldaar Al-Saamia, Berut, 1992), P:625

"فُتیا اور فتویٰ مشکل احکام کے بارے میں دیے جانے والے جواب کو کہتے ہیں"۔

فتویٰ کو بھی فتویٰ اس لیے کہتے ہیں کہ فتویٰ دینے والا مفتی اپنی فتوت یعنی سخاوت و مروت اور عالمانہ قوت سے کام لیتے ہوئے کسی دینی مسئلہ کا حل پیش کرتا ہے۔کتاب و سنت کا علم رکھنے والا اور احکام شریعت کو جاننے والا جب کسی پیش آمدہ مسئلہ یا مبہم واقعہ کا شرعی حل پیش کرے تو اسے فتویٰ کہتے ہیں۔ مشکل دینی احکام کے بارے میں دیے جانے والے جواب کو فتویٰ اور اس منصب کے حامل شخص کو مجتہد و علی سبیل مجاز مفتی کہتے ہیں ۔فقہی اصطلاح میں کسی وضاحت طلب مسئلہ میں اس موضوع کے بارے میں خصوصی اہلیت کے حامل فقیہ و مجتہد عالم کی طرف سے جاری کردہ حکم ، رائے ، فیصلے اور وضاحت کی نص اور بیان کو فتویٰ کہتے ہیں جو سائل کے سوال کے جواب میں صادر ہوتا ہے۔لغوی اور اصطلاحی معنی میں عام خاص من وجہ کی نسبت ہو گی۔ یعنی لغت میں کسی مسئلہ میں رائے دینے اور وضاحت کرنے کو افتاء کہتے ہیں۔ جبکہ فقہی ، شرعی اور دینی اصطلاح میں کسی دینی و شرعی معاملے کی وضاحت کرنے ، تعلیم دینے اور دوٹوک بیان دینے کو افتاء کہتے ہیں۔ فتویٰ اگر مقاصد شریعت اور روح اسلام کے مطابق کتاب وسنت کے دلائل پر مبنی ہو،سلف امت کے علمی منہج اوراصولی طریقہ پر جاری کیاگیاہو، شخصی، گروہی اور حزبی تعصّبات سے بالاہو،ضعیف ادلہ اورشاذاقوال کا سہارالے کرسائل کو خوش کرنے یا مفتی کی تشہیر کے لئے نہ ہو ، بلکہ مطلوب رضا الٰہی اور مقصود اصلاح و مصلحت امت ہوتو بہترین دینی ومعاشرتی فوائد کا حامل ہوتاہے۔امت کی اصلاح و تعلیم اور شیرازہ بندی میں فتویٰ کا کردار بڑی اہمیت رکھتاہے۔

حضرات صحابہ کرامؓ کی اصلاح و تعلیم کے لئے رسول اکرم ﷺ نے جو مبارک فتاویٰ صادر فرمائے اس کے نتیجے میں مصلحین و مجتہدین صحابہ کرامؓ کی ایک عظیم الشان جماعت تیار ہوئی جنہوں نے دعوت دین اور تعلیم کتاب وسنت کے لئے عہد نبوی ﷺ میں اور اس کے بعد ایسا بہترین کردار ادا کیا جس کی نظیر سابقہ کسی امت میں نہیں ملتی۔مدرسہ نبویہ سے علم و فضل اور فہم وفراست سے آراستہ ایسی جماعت تیار ہوئی جو کل تک پڑھنے لکھنے سے بھی بے بہرہ تھے مگر نبوی تعلیم کے نتیجے میں پوری انسانیت کے لئے منارہ نور ثابت ہوئے۔یہی وہ شخصیات تھیں جنہوں نے قرآن وسنت کی روشنی میں فتویٰ کے لغوی اور اصطلاحی مفہوم کو پہچانا اور اصلاح امت کا بیڑا اٹھایا۔مندرجہ بالا بحث کے نتیجے میں چند اصطلاحات یہ ہیں:

استفتاء: ''حصول علم، معرفت حق اور شرعی امور میں پیش آمدہ مشکلات کے حل کے لئے سوال کرنے کو استفتاء کہتے ہیں''۔

مستفتی: ''طالب علم و معرفت اور سائل کو مستفتی کہتے ہیں''۔

مفتی: ''اللہ تعالی کی عطا کردہ فہم وبصیرت اور قوت استدلال واستنباط اوراجتہادی ملکہ راسخہ کی بدولت کتاب وسنت کے مطابق منہج سلف وصالحین کی روشنی میں لوگوں کو پیش آمدہ دینی مشکلات کا حل کرنے والا مفتی کہلاتا ہے''۔

فتویٰ: ''فتویٰ کالفظ جواب اور بیان حکم کی نص پر بولا جاتا ہے''۔

افتاء: ''مشکل دینی مسائل کے بارے میں شریعت کی روشنی میں اللہ اوراس کے رسول ﷺ کا حکم بتانے، رائے ظاہر کرنے اور وضاحت کرنے کو افتاء کہتے ہیں''۔

فتویٰ نویسی کے اصول وضوابط

اللہ تعالی پر کوئی بات بنالینااور فتاویٰ اور فیصلوں میں بغیر علم کے زبان کھولنا، اس کا شمار حرام کاموں میں ہوتا ہے۔

ارشاد باری تعالی ہے:۔

قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ الْفَوَاحِشَ مَاظَھَرَ مِنْھَا وَمَابَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْیَ بِغَیْرِالْحَقِّ وَاَنْ تُشْرِکُوْ ا بِاللّٰہِ مَالَمْ یُنَزِّلْ بِہ سُلْطٰناً وَّاَنْ تَقُوْلُوْ ا عَلَی اللّٰہِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ۔[10]

"اے پیغمبر کہہ دیجئے کہ میرے رب نے تمام بدیوں اور برائیوں کو بالکل حرام کر دیا ہے خواہ وہ ظاہر ہوں خواہ پوشیدہ اور گناہ اور ظلم کو حرام کیا ہے اور اللہ کے ساتھ کسی اور کو شریک کرنے کو جس کی کوئی آسمانی دلیل نہیں ہے اللہ نے حرام کیا ہے اور اس بات کو بھی کہ اللہ کے بارے میں وہ کہو جس کا تمہیں علم نہ ہو۔"

اس آیت سے ظاہر ہو رہا ہے کہ بے علمی کے ساتھ شریعت کی کوئی بات بتانا تمام حرام کاموں سے بڑھ کر حرام ہے۔ اس لیے کہ آیت میں حرمتوں کا ذکر ترتیب سے ہے سب سے پہلے سب سے ہلکی چیز فحش کاموں کی حرمت

---

[10] سورۃالاعراف ۷: ۳۳

Surah Al-Aaraf, 7:33

ہے۔ اس کے بعد اس سے بڑھی ہوئی حرمت گناہ اور ظلم کی ہے اس کے بعد اس سے بھی زیادہ حرمت والی چیز یعنی اللہ کے ساتھ شرک کرنے کی حرمت کا ذکر ہے۔ پھر چوتھے اور آخری انتہائی مرحلے میں ان سب سے بڑھ چڑھ کر جو چیز اشد حرام ہے اس کا ذکر ہے۔ یعنی اللہ کا نام لے کر وہ بات کہنا جس کا علم نہ ہو۔ یہاں پر ان چند اصول وضوابط کا تذکرہ کیا جاتا ہے جن کا تعلق اصول افتاء سے ہے۔ یہ وہ اصول ہیں جو منصب افتاء کے حامل شخص کے لئے نہایت ضروری ہیں۔ان کا تعلق تمرین فتویٰ، تحریر فتوی، اصول فتویٰ اور آداب فتویٰ سے ہے۔

تمرین فتوی

تمرین فتویٰ میں جو سب سے پہلی چیز ہے اس کا تعلق سوال سے ہے۔ یعنی سوال وصول کرنے سے پہلے اور سوال وصول کرنے کے بعد وہ کون کون سے اقدامات ہیں جن کا کرنا نہایت ضروری ہے۔ اور معیاری جواب کے اوصاف کیا ہیں۔ وہ کون سا سوال ہے جو جواب دیے جانے کے قابل ہے۔ کیا سوال میں کوئی نقص یا ابہام وغیرہ تو نہیں۔

جواب نہ دینے کی وجوہات

مندرجہ ذیل وجوہات کی بناپر جواب نہ دینا بہتر ہے۔

(الف) کبھی کبھار سوالات صرف فتنہ انگیزی کے لئے کئے جاتے ہیں اگر حقیقتاً یہی صورت حال ہو تو ایسی صورت میں جواب دینے سے احتراز کرنا چاہیے۔

(ب) کبھی اتنے طویل سوالات کیے جاتے ہیں جن کے جوابات کے لئے بہت سا وقت درکار ہوتا ہے۔ لوگوں کا مقصد عمل کرنا نہیں بلکہ مفتی کو لایعنی میں مشغول کرنا ہوتا ہے ایسی صورت میں بھی سائل کو نرمی سے سمجھائیں اور اگر ضرورت نہ ہو تو زبانی جواب پر اکتفا کریں۔

علامہ ابن عابدین شامی کا نظریہ

یکرہ الجدال فی ان لقمان وذاالقرنین وذاالکفل انبیاء ام لا ؟ و ینبغی ان لا یسئل الانسان عما لاحاجة الیه، کان یقول: کیف هبط جبریل؟ وعلی ای صورة رآه النبی ؟ وحین رآه علی سورة البشر هل بقی ملکا ام لا؟ و این الجنة والنار ؟ ومتی الساعة ونزول عیسی؟ واسماعیل افضل

ام اسحق؟ وایهماالذبیح؟وفاطمة افضل من عائشه ام لا ؟ وابواالنبی کان علی ای دین؟ وما دین ابی طالب؟ ومن المهدی ؟ الی غیر ذالک مما لا تجب معرفته،ولم یرد التکلیف به۔[11]

حضرت لقمان ذوالقرنین اور ذوالکفل کے بارے میں جھگڑا کرنا کہ وہ نبی ہیں یا نہیں ؟مکروہ ہے۔اور انسان کے لئے مناسب یہی ہے کہ اسے جس چیز کی حاجت نہ ہو اس کا سوال نہ کرے۔ جیسا کہ وہ کہتا ہے کس طرح حضرت جبرائیل نازل ہوئے؟ اور کس صورت میں آپ ﷺ نے ان کو دیکھااور جب ان کو بشری شکل میں دیکھا تو کیااس وقت وہ فرشتہ رہے یا نہ رہے؟ جنت اور دوزخ کہاں ہے؟ قیامت کب برپا ہو گی؟ اور حضرت عیسی کب نازل ہوں گے؟ حضرت اسماعیل افضل ہیں یا حضرت اسحٰق؟ ان میں سے ذبیح کون تھا؟ حضرت فاطمہؓ حضرت عائشہؓ سے افضل ہیں یا نہیں؟آپ ﷺ کے والدین کس دین پر تھے؟ حضرت ابو طالب کا دین کیا ہے؟ حضرت مہدی کون ہیں ؟اس کے علاوہ ان چیزوں کے بارے میں جن کا جاننااس پر واجب نہیں ہے اور نہ وہ اس کا مکلّف ہے۔

(ج) بعض اوقات دوسرے مسلک پر کیچڑ اچھالنے کی غرض سے سوالات کیے جاتے ہیں۔ مفتی کو ایسے سوالات کے جوابات سے بھی احتراز کرنا چاہیے۔

(د) اگر سوال کسی مذہبی شخصیت یا دینی ادارے کے بارے میں ہو تو جانبین سے واقعہ کی تحقیق کرکے سوال کا جواب تحریر کریں۔

(و) بعض اوقات مفتی کے امتحان لینے کی غرض سے لوگ سوال کرتے ہیں۔اس صورت میں مفتی کو ایسا طرز عمل اپنانا چاہیے کہ لوگ دوبارہ اس قسم کی حرکت نہ کریں۔

اور یہ ادب نہیں ہے کہ سوال مفتی اپنے رسم الخط میں لکھے ہاں اس کی املا اور اس کی کانٹ چھانٹ میں کوئی حرج نہیں۔جواب کی وضاحت کرتے وقت کوئی بھی ایسی بات نہ لکھیں جس کی وجہ سے ساری ذمہ داری مفتی کے کندھوں پر پڑتی ہو۔ سوال میں اگر کسی جگہ پر ابہام ہے تو اس کا خود کوئی مطلب متعین نہ کریں

---

[11] شامی، محمد امین ابن عابدین، ردالمحتار علی الدر المختار (دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، ۲۰۰۳ء)، ۵۴/۶
Shami, Muhammad Ameen Ibn-e-Abdin, Radd-ul-Muhtar, (Dar Al-Kutab Al-Ilmia, Berut, 2003), 6/54

یا تو سائل کو حاضر ہونے کا کہیں یا لکھ کر بھیج دیں کہ فلاں فلاں امور کی وضاحت کے بغیر جواب دینا ناممکن ہے۔ جواب دیتے وقت ہمیشہ حزم و احتیاط سے کام لیں۔

معیاری جواب کے اوصاف

واضح جواب

جواب دیتے وقت ایسے الفاظ استعمال کریں جن میں کسی قسم کا کوئی ابہام نہ ہو اور ان تمام امور کی وضاحت کریں جو مستفتی کو مطلوب ہیں۔

یلزم المفتی ان یبین الجواب بیانا یزیل الاشکال۔[12]

مفتی کے لئے ضروری ہے کہ وہ ایسا واضح جواب دے جو اشکال کو ختم کر دے۔

اگر سوال پیچیدہ ہو تو مفتی کی ذمہ داری ہے کہ اس کی اچھی طرح وضاحت کرے۔ اس قسم کے فتویٰ میں فقط اتنا لکھنا کہ جائز ہے یا ناجائز، حلال ہے یا حرام یا اس قسم کے مختصر جملے لکھنا ٹھیک نہیں ہے بلکہ تفصیل سے جواب دینا ضروری ہے کہ کہیں لوگ دین سے بیزار نہ ہو جائیں۔

اذاکانت المسألة فیها تفصیل، لم یطلق الجواب،فانه اخطا۔[13]

جب مسئلہ وضاحت طلب ہو تو اس کا مطلق جواب لکھنا غلطی ہے۔

مختصر جواب

بعض اوقات ایسے سوالات آتے ہیں کہ جن کے مختصر جوابات دینے سے مسئلے کی وضاحت ہو جاتی ہے۔ اس قسم کے جوابات میں تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ مختصر جواب لکھنا چاہیے کیونکہ یہ افتاء ہے تصنیف نہیں ہے۔

قاضی ابی الحسن الماوردی لکھتے ہیں:

---

[12] نووی، ابوزکریا محی الدین بن شرف، کتاب المجموع (مکتبہ الارشاد، جدہ، السعودیہ)، ۷۸/۱

Nav'vi, Abu Zakriya Muhayy-ud-din Bin Sharf, Kitab Al-Majmoo, (Maktaba Al-Irshaad, Jedah), 1/78

[13] ابن صلاح، تقی الدین ابو عمرو عثمان، فتاویٰ و مسائل ابن صلاح مع ادب المفتی والمستفتی (دارالمعرفہ، بیروت، لبنان، ۱۹۸۶ء)، ۷۲/۱

Ibn-e-Salah, Taqi-ul-din Abu Umar Usman, Fatawa-o-Masail Ibn-e-Salah Ma'adab Al-Mufti Wal-Mustafti, (Daar, Al-Maarfa, Berut, 1986), 1/72

ان المفتی علیه ان یختصر جوابه،فیکتفی فیه بانه یجوز اولا یجوز۔[14]

مفتی کو مختصر جواب لکھنا چاہیے اتنا کافی ہے کہ یہ جائز ہے یا ناجائز۔

جدید مسائل میں مشاورت

جدید مسائل کا جواب تحریر کرتے وقت اپنی ذاتی تحقیق پر جلدی مطمئن نہیں ہونا چاہیے بلکہ ہم عصروں سے مشورہ کرنا چاہیے اور اگر کوئی صاحب علم اور تجربہ کار مفتی موجود ہو تو کوشش کرنی چاہیے کہ سائل کو اس کی طرف بھیج دیا جائے۔

استفتاء حل کرنے کے مراحل

استفتاء حل کرتے وقت مندرجہ ذیل مراحل کا خیال رکھنا چاہیے۔ان کی وضاحت مفتی ابو لبابہ شاہ منصور اس طرح کرتے ہیں:

(الف) تنقیح وتہذیب (اگر کوئی چیز مبہم یا نامکمل ہو تو سائل سے پوچھ کر اسے واضح اور مکمل کرنا۔

(ب) تجزیہ و تحلیل (سوال کی اچھی طرح تجزی کرنا امور مسئولہ اصلیہ وضمنیہ کو الگ الگ کرنا۔

(ج) نکتۃ الغور کی تعیین (اہم اور بنیادی نکات کو خط کشیدہ کرنا۔

(د) مراجع و مظان سے مراجعت اور ان سے صحیح استنباط و تطبیق (فہم سلیم اور استنباط صحیح کی بنیاد پر عبارت کی درست تطبیق کرنا۔[15]

جواب دیتے وقت مندرجہ بالا امور کا خیال رکھنا چاہیے۔سب سے پہلے سوال کو دیکھنا چاہیے اگر اس میں کسی قسم کا کوئی ابہام ہو تو سائل سے پوچھ کر اس کو مکمل کریں۔ سوال کو اچھی طرح پڑھیں اور دیکھیں کہ سائل کن امور کی وضاحت چاہتا ہے۔اہم بنیادی نکات کو ذہن میں رکھ کر کتب کا مطالعہ کریں اور کوشش کریں کہ کتب مصادر سے مسئلے کا حل تلاش کیا جائے۔مکمل مطالعہ اور اطمینان کے بعد جواب لکھیں۔

لاأدری کی مشق

---

[14] ابن صلاح، فتاویٰ و مسائل ابن صلاح مع ادب المفتی والمستفتی،۱/۷۲

Ibn-e-Salah,,Fatawa-o-Masail Ibn-e-Salah Ma'adab Al-Mufti Wal-Mustafti, 1/72

[15] ابو لبابہ، شاہ منصور، مفتی،آداب فتویٰ نویسی (السعید، کراچی،۲۰۰۹ء)، ص: ۵۷۔۵۸

Abu Lubaba, Shah Mansoor, Mufti, Adaab Fatwa Naveesi, (Al-Saeed, Karachi, 2009), P:57,58

اگر مسئلہ باوجود کوشش کے نہ ملے تو صاف کہہ دیں کہ مجھے یہ مسئلہ معلوم نہیں ہو سکا لہٰذا آپ کسی اور مفتی سے پوچھ لیں جواب صرف اس صورت میں دیں جب تمہیں جواب کی صحت پر پورا یقین ہو۔ کیونکہ بغیر تحقیق کے مسئلہ بتانا ناجائز و حرام ہے۔ لاأدری کہنے میں مفتی کو شرم نہیں کرنی چاہیے کیونکہ مسئلہ غلط بتانے کی بجائے لاأدری کہنا ہزار گنا بہتر ہے۔

عن ابی بکر الاثرم قال سمعت احمد بن حنبل یستفتی فیکثر ان یقول لا ادری-[16]

حضرت ابو بکر الاثرم فرماتے ہیں کہ میں نے احمد بن حنبل سے سنا! جب وہ فتویٰ دیتے تو اکثر ان کا قول لاأدری (میں نہیں جانتا) کا ہوتا تھا۔

تحریر فتوی

فتویٰ تحریر کرتے وقت چند آداب اور چند باتیں پیش نظر ہونی چاہییں۔

تحریر فتویٰ سے پہلے مفتی کا عمل

فتویٰ تحریر کرنے سے پہلے مفتی کو ایسے کلمات زبان سے ادا کرنے چاہییں جن میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد و نصرت کا اظہار ہو۔

حضرت مکحول اور حضرت مالک رضی اللہ عنہما کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ فتویٰ دینے سے پہلے مندرجہ ذیل کلمات پڑھتے تھے۔

لاحول ولاقوة الابالله-[17]

خوشخط عبارت

عبارت ہمیشہ صاف اور خوشخط لکھنی چاہیے۔ حرف پورے پورے اوران کی شکل بالکل ٹھیک ہو۔ دندانے او رشوشے پورے ہوں۔ نقطے ٹھیک جگہ لگے ہوئے ہوں۔ خط متوسط ہو نہ بہت موٹا ہو اور نہ بہت باریک۔ حروف نہ بہت ملے ہوئے ہوں اور نہ بہت دور۔ ایک جواب میں ایک ہی قلم اور ایک ہی خط استعمال کرنا چاہیے ۔ ایک ہی صفحے میں دو الگ قلم یا خط نہیں ہونے چاہییں۔

---

[16] ابن صلاح، فتاویٰ ومسائل ابن صلاح مع ادب المفتی والمستفتی ،۱۳/۱

Ibn-e-Salah,Fatawa-o-Masail Ibn-e-Salah Ma'adab Al-Mufti Wal-Mustafti, 1/13

[17] ابو لبابہ ،آداب فتویٰ نویسی، ص: ۷۸

Abu Lubaba, , Adaab Fatwa Naveesi, P:78

اختتامی الفاظ

اپنے فتویٰ کا اختتام ایسے الفاظ کے ساتھ کریں جن میں اللہ تعالی کی توفیق اور اللہ کی مدد کا اظہار ہو۔ اپنی عاجزی و انکساری کا اظہار کرتے ہوئے لکھیں کہ اصل علم تو اللہ کے پاس ہے۔

ولکن لایدع ان یختم جوابه، بان یقول: وبالله التوفیق، او والله الموفق، او والله اعلم-[18]

اپنے جواب کا اختتام ہمیشہ ان الفاظ کے ساتھ کریں: وبالله التوفیق، والله الموفق،والله اعلم-

جدید مسائل میں فتویٰ کیسے دیا جائے؟

نئے زمانے میں پیش آمدہ مسائل جن کا حکم فقہاء کی کتابوں سے واضح طور پر نہیں ملتا ان کے بارے میں فتویٰ دینے کے لئے مفتی کو مندرجہ ذیل طریقے اپنانے چاہییں۔ مفتی ابو لبابہ شاہ منصور لکھتے ہیں:

(الف) کتب فقہ کا گہرائی و گیرائی سے مطالعہ کرے اور اگر کوئی واضح جزئیہ مل جائے تو اسی پر فتویٰ دے۔

(ب) اگر کوئی واضح جزئیہ نہ مل سکے اور مفتی میں اتنا ملکہ بھی نہ ہو تو اسے کبھی بھی جدید مسائل میں فتویٰ نہیں دینا چاہیے بلکہ کسی بڑے عالم کے پاس بھیج دینا چاہیے۔

(ج) اگر مفتی میں اتنی صلاحیت ہو کہ وہ اصول و قواعد سے بخوبی آگاہ ہو تو قواعد و نظائر کو سامنے رکھ کر فتویٰ دے دے۔

(د) اگر مسئلہ کے متعلق کوئی فقہی قاعدہ دستیاب نہ ہو اور مفتی براہ راست نصوص شریعت سے حکم کا استنباط کر سکتا ہو تو پھر بھی ہم عصر علماء سے مشورہ ضروری ہے جلد بازی میں ہر گز فتویٰ نہ دیا جائے۔ [19]

جدید مسائل میں اعتدال

جدید مسائل میں اعتدال کی راہ اپنانی چاہیے نا ایسا جمود ہو کہ کتاب و سنت کی نصوص اور فقہاء و مجتہدین کی تحقیقات کو ایک ہی درجہ دے دیا جائے نا ایسا تجدد ہو کہ ہر نئی بات کو قبول کر لیا جائے۔ اس بارے میں افراط و تفریط سے بچنا نہایت ضروری ہے۔ ایسا نہ ہو کہ کتاب وسنت کی قائم کی ہوئی حدوں سے آگے بڑھ جائیں یا شریعت کی حدود سے تجاوز کرکے بدعت کے راستے کھول لیں۔ اور ایسا بھی نہ ہو کہ بدلے ہوئے حالات واقدار

---

[18] ابن صلاح، فتاویٰ و مسائل ابن صلاح مع ادب المفتی والمستفتی، ۱/۷۳

*Ibn-e-Salah,*Fatawa-o-Masail Ibn-e-Salah Ma'adab Al-Mufti Wal-Mustafti, 1:73

[19] ابو لبابہ، آداب فتویٰ نویسی، ص: ۷۹

*Abu Lubaba,,*Adaab Fatwa Naveesi, P:79

، تغیر پذیر عرف و عادات اور تبدیل شدہ نظام اطوار سے صرف نظر کرتے ہوئے ہر جزئیہ میں متقدمین کے اجتہادات واستنباطات اور ان کے عہد کے حالات پر مبنی احکام ومسائل اور فتاویٰ پر بلا ضرورت اصرار وجمود ہو۔ اس طرز عمل سے عام لوگوں میں دین سے بددلی اور بے دینی کی طرف میلان پیدا ہوگا۔

اجتماعی مسائل میں مشاورت

ایسے اجتماعی مسائل جو پوری امت کو درپیش ہوں یا ملک کے تمام مسلمانوں کو درپیش ہوں ان میں انفرادی فتویٰ نہیں دینا چاہیے ۔ ان میں مفتیان کرام کی باہمی مشاورت نہایت ضروری ہے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ جیسی شخصیت بھی صحابہ کرامؓ کو بلا کر ان سے مشورے وغیرہ کیا کرتی تھی۔

فتویٰ کے بارے میں زریں اقوال

مفتی کے لئے ضروری ہے کہ وہ سنت کی پیروی کرنے والا ہو اور منکرات سے بچنے والا ہو ۔اگر ہم صحابہ کرامؓ اور تابعین کی سیرت کا مطالعہ کریں تو یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ وہ لوگ تقوی کے اعلی مقام پر فائز ہونے کے ساتھ ساتھ فتویٰ دینے میں کس قدر احتیاط سے کام لیتے تھے ۔اسی طرح اگر ہم اکابر علماء و محدثین کو دیکھیں تو وہ علمی مصروفیات میں حد درجہ منہمک ہونے کے باوجود نفلی عبادات،ذکر و اذکار اور تلاوت و مناجات میں اتنا وقت لگاتے تھے کہ سن کر تعجب ہوتا ہے۔ مفتی کے پیش نظر ان لوگوں کی سیرت رہنی چاہیے۔

عن عبدالرحمن بن ابی لیلی انه قال ادرکت عشرین ومائة من الانصارمن اصحاب رسول الله یسئل احدهم عن المسئلة فیردها هذا الی هذا وهذا الی هذا حتی ترجع الی الاول-وفی روایة ما منهم من احد یحدث بحدیث الا ود ان اخاه کفاه ایاه ولا یستفتی عن شیء الا ود ان اخاه کفاه الفتیا-[20]

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک سو بیس انصاری صحابہ کو پایا جب ان میں سے کسی ایک سے مسئلہ پوچھا جاتا تو وہ دوسرے کی طرف لوٹا دیتا اور وہ اگلے کی طرف لوٹا دیتا یہاں تک کہ مسئلہ پہلے کے پاس واپس آجاتا۔اور ایک روایت میں ہے کہ ان میں سے کوئی ایک جب حدیث بیان کرنے لگتا یا کسی فتویٰ کا جواب دینے لگتا تو اس کی خواہش ہوتی کہ اس کا بھائی حدیث اور فتویٰ سے کفایت کرے۔

[20] ابو لبابہ،آداب فتویٰ نویسی، ص:۱۱

Abu Lubaba, , Adaab Fatwa Naveesi, P:11

عن ابن مسعود انه قال من افتی الناس فی کل مایستفتونه فهو مجنون-[21]

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں جو لوگوں کے ہر فتوی کا جواب دے وہ مجنون ہے۔

عن ابی حصین الاسدی انه قال ان اهدکم لیفتی فی المسئلة ولو وردت علی عمر بن الخطاب لجمع لها اهل بدر-[22]

حضرت ابو حصین الاسدی فرماتے ہیں بے شک تم میں سے ہر ایک ہر فتوے کا جواب دیتا ہے اگر ایسا حضرت عمر بن خطابؓ کو معاملہ پیش آتا تو وہ اہل بدر کو جمع کرتے تھے۔

وذکر الحافظ ابو عمرو بن عبدالبر الاندلسی عن القاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق انه جاءه رجل فساله عن شیئٍ فقال القاسم لا احسنه، فجعل الرجل یقول: انی وقفت الیک، لااعرف غیرک فقال القاسم لا تنظر الی طول لحیتی وکثرة الناس حولی والله ما أ حسنه فقال شیخ من قریش جالس الی جنبه یاابن اخی الزمها فوالله ما رائیتک فی مجلس انبل منک الیوم فقال القاسم والله لان یقطع لسانی احب الی من ان اتکلم بما لا علم لی به-[23]

حافظ ابو عمرو بن عبدالبر الاندلسی حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیقؓ سے روایت کرتے ہیں ان کے پاس ایک آدمی آیا اور اس نے کسی چیز کے بارے میں سوال کیا حضرت قاسمؒ نے کہا میں اسے اچھا نہیں جانتا پس وہ شخص کہنے لگا میں آپ کے پاس ٹھہرا ہوں اور آپ کے علاوہ کسی کو نہیں جانتا، حضرت قاسمؒ نے کہا میری لمبی داڑھی اور میرے ارد گرد لوگوں کی کثرت کو نہ دیکھو اللہ کی قسم یہ چیزیں مجھے خوش کرنے والی نہیں ایک قریشی شیخ جو ان کے پہلو میں بیٹھا تھا نے کہا اے میرے بھائی کے بیٹے اس کو لازم پکڑ اللہ کی قسم میں نے آپ کو کسی بھی مجلس میں آج کے دن سے زیادہ ملامت کرنے والا نہیں دیکھا حضرت قاسم نے فرمایا اللہ کی قسم کہ میں اس چیز کے بارے میں کلام کروں جس کا مجھے علم نہیں ہے اس سے زیادہ مجھے محبوب یہ ہے کہ میری زبان کاٹ دی جائے۔

---

[21] ابو لبابہ، آداب فتویٰ نویسی، ص: ١١

Abu Lubaba, , Adaab Fatwa Naveesi, P:11

[22] ابو لبابہ، آداب فتویٰ نویسی، ص: ١٠

Abu Lubaba, , Adaab Fatwa Naveesi, P:10

[23] ابن صلاح، فتاویٰ و مسائل ابن صلاح مع ادب المفتی والمستفتی، ٩/١

*Ibn-e-Salah,*Fatawa-o-Masail Ibn-e-Salah Ma'adab Al-Mufti Wal-Mustafti,p:1/9

وروی عن الشافعی انه سئل فی مسئلة فسکت فقیل له الا تجیب رحمک الله فقال حتی ادری الافضل فی سکوتی او فی الجواب۔[24]

امام شافعی سے ایک مسئلہ پوچھا گیا تو آپ خاموش ہو گئے آپ سے کہا گیا کہ جواب کیوں نہیں دیتے اللہ آپ پر رحم کرے آپ نے فرمایا یہاں تک کہ میں جان لوں کہ میرا چپ رہنا افضل ہے یا جواب دینا۔

عن الھیثم بن جمیل قال شھدت مالک بن انس سئل عن ثمان واربعین مسئلة فقال فی اثنتین وثلاثین منھا لا ادری۔[25]

حضرت ہیثم بن جمیل فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت مالک بن انس کو دیکھا آپ سے اڑتالیس سوال کیے گئے آپ نے بتیس سوالوں کے جواب میں کہا میں نہیں جانتا۔

وعن مالک ایضا انه ربما کان یسئل عن خمسین مسئلة فلا یجیب فی واحدةمنھا وکان یقول من اجاب فی مسئلة فینبغی من قبل ان یجیب فیھا ان یعرض نفسه علی الجنة والنار وکیف یکون خلاصة فی الآخرة ثم یجیب فیھا۔[26]

ایک مرتبہ حضرت مالکؒ سے پچاس سوالات کیے گئے آپ نے کسی ایک کا بھی جواب نہ دیا اور آپ کہا کرتے تھے کہ جو کوئی کسی سوال کا جواب دینا چاہے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ جواب دینے سے پہلے اپنے آپ کو جنت اور دوزخ پر پیش کرے کہ آخرت میں اس کی نجات کیسے ہو گی پھر اس کا جواب دے۔

وعنه(مالک) انه سئل فی مسئلة فقال لا ادری فقیل له انھا مسئلة خفیفة سھلة فغضب وقال لیس فی العلم شیء خفیف اماسمعت قوله جل ثناءه{اِنَّا سَنُلْقِیْ عَلَیْکَ قَوْلاً ثَقِیْلاً} فالعلم کله ثقیل وبخاصة مایسئل عنه یوم القیامة۔[27]

---

[24] ابن صلاح، فتاویٰ ومسائل ابن صلاح مع ادب المفتی والمستفتی) ۱/۱۳

*Ibn-e-Salah,*Fatawa-o-Masail Ibn-e-Salah Ma'adab Al-Mufti Wal-Mustafti, 1/13

[25] ابن صلاح، فتاویٰ ومسائل ابن صلاح مع ادب المفتی والمستفتی) ۱/۱۳

Ibn-e-Salah,Fatawa-o-Masail Ibn-e-Salah Ma'adab Al-Mufti Wal-Mustafti, 1/13

[26] ابن صلاح، فتاویٰ ومسائل ابن صلاح مع ادب المفتی والمستفتی) ۱/۱۳

*Ibn-e-Salah,*Fatawa-o-Masail Ibn-e-Salah Ma'adab Al-Mufti Wal-Mustafti, 1/13

[27] ابن صلاح، فتاویٰ ومسائل ابن صلاح مع ادب المفتی والمستفتی) ۱/۱۳۔۱۴

*Ibn-e-Salah,*Fatawa-o-Masail Ibn-e-Salah Ma'adab Al-Mufti Wal-Mustafti, 1/13-14

ایک دفعہ حضرت مالک سے ایک مسئلہ پوچھا گیا آپ نے فرمایا میں نہیں جانتا جب آپ سے کہا گیا یہ مسئلہ تو بہت ہلکا اور آسان ہے تو آپ غضب ناک ہوئے اور فرمایا علم میں کوئی چیز بھی ہلکی نہیں ہے کیا تو نے اللہ تعالیٰ کا قول نہیں سنا!" بے شک ہم آپ پر عنقریب بھاری قول ڈالیں گے" پس علم تمام کا تمام بھاری ہے اور خاص بات یہ ہے کہ قیامت کے دن اس کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

مفتیوں کی اقسام

علامہ ابن قیم الجوزیہ نے مفتیوں کی چار اقسام بیان کی ہیں۔

۱۔ بہترین لوگ وہ ہیں جنہیں علم اور حلم دونوں چیزیں عطا ہوئی ہوں۔

۲۔ بدترین لوگ وہ ہیں جو ان دونوں کمالات سے محروم ہوں۔

۳۔ وہ لوگ جنہیں علم ہو اور حلم نہ ہو۔

۴۔ وہ جنہیں حلم ہو لیکن علم نہ ہو۔[28]

حلم، علم کی زینت، رونق اور جمال ہے۔ طیش، جلد بازی، عجلت اور غیر مستقل مزاجی یہ سب چیزیں حلم کے خلاف ہیں۔ بدوی لوگوں کی سخت گیری، بے علموں کی لفاظی، غصے والوں کی غضب ناکی اس حلم کے پہاڑ کو ہلا نہیں سکتی۔ یہ اپنے نفس کا مالک رہتا ہے۔ انجام پر نظریں ڈال کر آغاز کو سنبھال لیتا ہے۔ غضب اور شہوت کو اپنے اوپر غالب نہیں آنے دیتا۔ خیر و شر، فساد و صلح تو علم سے معلوم کر لیتا ہے اور حلم سے خیر و صلح پر جم جاتا ہے اور شر و فساد سے پرہیز کرتا ہے۔ ایسے لوگ بھی ہیں جو خیر و شر کو جانتے ہوں لیکن خیر پر جمنے اور شر سے رکنے کی انہیں توفیق ہی نہ ہو وہ لوگ جن میں علم اور حلم دونوں چیزیں ہوں وہی حقیقی رہبر ہیں۔

اہلیت مفتی

جو شخص بھی فتویٰ نویسی کے منصب پر فائز ہو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ بہت سارے علوم میں مہارت رکھتا ہو مختلف فقہاء و محدثین نے مفتی کی قابلیت کے حوالے سے بہت ساری چیزیں بیان کی ہیں کہ مفتی ان خصوصیات کا حامل ہونا چاہیے۔ ابن قیم امام احمدؒ کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ امام صاحب نے فرمایا: جب کوئی شخص مفتی بننا چاہے تو اسے قرآن کی تمام وجوہ کا علم ہونا چاہیے۔ صحیح سندوں کا علم ہونا

---

[28] ابن قیم، ابو عبداللہ الجوزیہ، اعلام الموقعین، محمد جوناگڑھی (مترجم) (مکتبہ قدوسیہ، اردو بازار لاہور، ۲۰۰۷ء)، ۴۶۰/۲

Ibn Qayyam, Abu Abdullah Aljowzia, Aalam-al-Mowq'een, Muhammad Joona Garhi, (Mataba Qudoosia, Urdu Bazar, Lahore, 2007), 2/460

چاہیے۔سنت رسول ﷺ اور احادیث پیغمبر کا علم ہونا چاہیے۔اسے اس کے خلاف کسی کے قول کی طرف مائل نہیں ہونا چاہیے۔بلکہ یہ سمجھنا چاہیے کہ جس نے اس کے خلاف کیا ہے اسے حدیث نہیں ملی ہو گی یا اس نے صحیح اور ضعیف کی پہچان میں غلطی کی ہو گی۔آپ فرماتے ہیں کسی کے پاس حدیث کی اور اختلاف صحابہؓ و تابعین کی کتاب ہو تو اسے نہیں چاہیے کہ جس پر چاہے عمل کرے جسے چاہیے اختیار کرلے اسی کے مطابق فتویٰ دے اور عمل کرے بلکہ اسے چاہیے علمائے کرام سے پوچھ لے تاکہ صحیح چیز پر اسے عمل نصیب ہو۔آپ کا فرمان ہے جب تک کوئی شخص کتاب وسنت کا عالم نہ ہو اسے فتویٰ دینا جائز نہیں۔فرماتے ہیں اسے اپنے سے پہلے کے علماء کے قول معلوم ہونے چاہئیں ورنہ فتویٰ بازی نہیں کرنی چاہیے۔کسی نے آپ سے پوچھا کہ ایک لاکھ حدیثیں یاد کرنے کے بعد انسان فقیہ ہو جاتا ہے؟فرمایا نہیں۔پوچھا دولاکھ کے بعد؟فرمایا نہیں۔دریافت کیا اچھا تین لاکھ؟فرمایا نہیں۔پوچھا چار لاکھ؟تو آپ نے اپنے ہاتھ ہلا کر اشارہ کر دیا۔خود امام صاحبؒ کو چھ لاکھ حدیثیں حفظ تھیں۔[29]

اہلیت مفتی کے بارے میں سید محمد نعیم الدین مرادآبادی اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"مفتی کے لئے ضروری ہے کہ مسائل شرعیہ اور کتب فقہیہ میں اس کا مطالعہ وسیع ہو۔اصول فقہ اور قواعد فقہیہ سے واقف ہو،اس کے ساتھ ساتھ قرآنی احکام،احادیث نبویہ اور تفسیر پر بھی اس کی نگاہ ہو۔نیز استدلال اور روایت ودرایت سے بھی اسے حصہ ملا ہو کیونکہ بغیر علم شریعت فتویٰ لکھنا سراسر غلط اور جہالت ہے۔اس لیے ضروری ہے کہ ایک مفتی طبقات مسائل اور طبقات فقہاء سے کما حقہ واقف ہو اور اس کا علم وافر مقدار میں رکھتا ہو"۔[30]

مندرجہ بالا عبارات سے واضح ہوتا ہے کہ مفتی کے پاس وسیع علم کے ساتھ ساتھ تجربہ بھی ہو اور اس نے یہ فن باقاعدہ کسی استاد سے سیکھا ہو۔مفتی کی دسترس مصادر کتب تک ہو اور مسائل کے احکام کے مستنبط کرنے میں اسے ملکہ فقہیہ حاصل ہو۔مفتی فہم سلیم کا مالک ہو۔اپنے فتویٰ میں اسلاف کے نمونہ کو ہمیشہ مد نظر رکھے۔

---

[29] ابن قیم،اعلام الموقعین، محمد جوناگڑھی(مترجم)،۱/۴۸

Ibn Qayyam,,Aalam-al-Mowq'een, Muhammad Joona Garhi, 1/48

[30] مرادآبادی، سید محمد نعیم الدین، فتاویٰ صدر الافاضل (مکتبہ اعلیٰ حضرت لاہور،۲۰۰۸ء)، ص:۷۰

Murad Abadi, Syed Muhammad Naeem, Fatawa Sadar-al-Faazil, (Mataba Aala Hazrat, Lahore, 2008), P:70

مفتی کے اوصاف

اللہ تعالی کے احکام کی تبلیغ کی اصل اس پر ہے کہ جو پہنچانا چاہتا ہے اس کا علم ہو اور پھر سچائی کامل ہو۔ روایت اور فتویٰ دونوں کے لیے علم و صداقت کا وصف ہونا ضروری ہے کہ جو پہنچائے اس کا صحیح علم حاصل ہو اور ساتھ ہی سچائی بھی ہو۔ ساتھ ہی اچھے طریقے کا پابند، خوش اخلاق، نیک سیرت، اپنے اقوال و افعال میں درستی، اور عدل وانصاف والا ہو۔ اور داخل خارج، چھپے کھلے، ہر حال میں دل زبان اور ظاہر باطن یکساں رکھنے والا ہو۔ جب ایک شاہی پیغام پہنچانے والا شخص بڑی قدر و منزلت والا اور لائق عزت و اکرام ہوتا ہے تو آسمان و زمین اور کل کائنات کے مالک اللہ تعالی کے پیغام پہنچانے والا کتنا بلند مرتبے والا ہو گا۔ پس علماء کے لئے بھی ضروری ہے کہ اپنے منصب کی قدر و توقیر کریں۔ اپنے اعلی مرتبہ کی دیکھ بھال رکھیں۔ حق کے بیان سے کبھی نہ رکیں۔ اللہ ان کی حفاظت و نصرت فرمائے گا۔ یہ منصب تو وہ منصب ہے جو اللہ رب العزت نے اپنے لیے پسند فرمایا ہے۔ مفتی کو بھی ضرور خیال رکھنا چاہیے کہ وہ کس کا نائب بن رہا ہے۔ اسے یقین رکھنا چاہیے کہ کل قیامت کے دن اس سے بازپرس ہونی ہے اور اسے اللہ تعالی کے سامنے کھڑا ہونا ہے۔

مفتی کے اوصاف میں سے یہ بھی ہے کہ اس کی نیت اچھی ہو جب تک نیت اچھی نہ ہو نہ اسے خود نورانیت حاصل ہو گی نہ اس کے کلام میں نورانیت ہو گی۔ دوسرے یہ کہ اس میں حلم، وقار اور سکینہ ہو۔ تیسرے یہ کہ پورا علم اور کافی مہارت اور اچھی قوت ہو۔ چوتھے یہ کہ کفایت ہو ورنہ لوگ اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالیں گے۔ پانچواں یہ کہ لوگوں کی پہچان ہو۔ یہ فتویٰ کی عمارت کی بنیاد اور دیواریں ہیں ان میں سے اگر کسی درجہ میں کمی ہوئی تو جتنی کمی ہو گی اتنی ہی کمی خود مفتی میں رہ جائے گی۔ نیت تو جڑ ہے، ستون ہے، روح عمل ہے، باقی باتوں کی پیشوا اور جڑ ہے۔ تمام اعمال اسی کے تابع ہیں یہ خراب تو سارا عمل باطل یہ اچھی تو سارا عمل درست، یہی توفیق کو کھینچ لاتی ہے اسی کے نا ہونے سے توفیق چھن جاتی ہے، اسی کی کمی بیشی دنیا وآخرت کی نیکی کی کمی بیشی ہے۔ بہت سے ایسے مفتی بھی ہیں جن کی نیت رضائے الہی ہوتی ہے اور بہت سے ایسے بھی ہیں جو طمع دنیاوی میں بہہ جاتے ہیں۔ فتویٰ دونوں دیتے ہیں لیکن سارا دارومدار نیت پر ہے۔

فتویٰ نویسی کے لئے مندرجہ ذیل امور کا خیال رکھنا نہایت ضروری ہے۔

☆اہم علامات ترقیم کا پورا پورا اہتمام کیا جائے۔ سکتہ (،) ختمہ (۔) اور واوین ("") کا بر محل استعمال لازمی ہے اس سے تحریر خوبصورت اور معیاری ہوتی ہے۔

☆جہاں سوال کی عبارت ختم ہو وہیں سے متصل جواب لکھنا شروع کریں۔اگر اسی صفحہ پر جگہ نہیں تو سوال کی پشت پر فاصلہ چھوڑے بغیر جواب لکھیں۔ صفحے کے آخر میں" جاری ہے" یا"ورق الٹیے" وغیرہ لکھیں۔

☆صفحے کے دونوں جانب مناسب حاشیے چھوڑ کر لکھنا شروع کریں۔

☆پہلی سطر حاشیے سے کم و بیش تین حروف کی جگہ چھوڑ کر لکھیں۔اور بقیہ سطریں حاشیے سے متصل شروع کریں۔

☆جواب مکمل ہو جائے تو"واللہ اعلم"اور"واللہ الموفق" وغیرہ کے الفاظ لکھیں۔

☆ناقل اپنا نام بھی نیچے لکھے۔

☆مستفتی کی کم فہمی یا درشت مزاجی سے ہونے والی تکلیف پر صبر کریں اس کا اجر اللہ کے یہاں بہت ہے۔

☆ کئی سوال جمع ہو جائیں تو ترتیب سے جواب دینا چاہیے۔بغیر کسی ضرورت کے کسی مستفتی کو کسی پر ترجیح نہیں دینا چاہیے۔

☆ تحقیق تو خوب کی جائے مگر اتنی تاخیر نہ ہو کہ مستفتی کی پریشانی کا سبب ہو۔بلکہ جواب جلد مکمل کرنے کی پوری کوشش کی جائے۔

☆ تحقیق کا مزاج پیدا کرنا چاہیے اور کوشش کرنی چاہیے کہ یہ عادت طبیعت میں ایسی رچ بس جائے کہ فطرت ثانیہ بن جائے۔

فتویٰ نویسی اور عصری تحدیات

یہ امر مسلم ہے کہ فتویٰ مسائل کے حل کے لئے ہوتا ہے۔ جہاں یہ مسائل حل کرتا ہے وہاں اس کو درپیش مسائل کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہے۔ فتویٰ نویسی کے موجودہ نظام کو بہت سے چیلنجوں کا سامنا ہے جن کی طرف سنجیدہ توجہ کی ضرورت ہے۔

فرقہ پرستی

فرقہ پرستی فتویٰ نویسی کے میدان میں ایک بہت بڑا چیلنج ہے۔ بعض اوقات ایسے فتوے منظر عام پر آتے ہیں جن سے فرقہ پرستی کی بو آتی ہے۔فتویٰ ہمیشہ مسائل کے حل کے لئے ہوتا ہے نہ کہ مسائل پیدا کرنے کے لئے۔ایسا فتویٰ جو فرقہ پرستی میں اضافے کا سبب بنے ہرگز صادر نہیں ہونا چاہیے۔ یہ رویہ شدت پسندی اور نفرت انگیزی کی طرف لے جاتا ہے جس سے معاشرے کا اتحاد پارہ پارہ ہو جاتا ہے۔ مفتیان کرام کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ فتویٰ نویسی کے میدان میں ایسا مواد ہرگز نہیں ہونا چاہیے جس سے فرقہ پرستی کی بو آئے بلکہ ایسا مواد ہو

جس سے معاشرتی ہم آہنگی اور حب الوطنی کی خوشبو آئے، لوگ ایک دوسرے کے قریب آئیں، اسلامی اخوت اور بھائی چارے کی فضا پیدا ہو۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا لَسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ-[31]

جن لوگوں نے اپنے دین میں پھوٹ ڈالی اور گروہ بن گئے آپ ﷺ کا ان سے کوئی تعلق نہیں۔

فرقہ پرستی مشرکوں کی روایت ہے اس کا مسلمانوں سے کوئی تعلق نہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

مُنِيبِينَ إِلَيْهِ وَاتَّقُوهُ وَأَقِيمُوا الصَّلَوٰةَ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَOمِنَ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ-[32]O

"مومنو! اسی (خدا) کی طرف رجوع کیے رہو اور اس سے ڈرتے رہو اور نماز پڑھتے رہو اور مشرکوں میں نہ ہونا۔ (اور نہ) ان لوگوں میں (ہونا) جنہوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور خود فرقوں میں بٹ گئے سب فرقے اس سے خوش ہیں جو ان کے پاس ہے۔"

مسلمانوں کے لئے سیرت رسول ﷺ ایک نمونہ ہے۔ فرقہ پرستی کی گنجائش نہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ وَأُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ-[33]

اور ان لوگوں کی طرح نہ ہونا جو متفرق ہوگئے اور ان کے پاس واضح نشانیاں آنے کے بعد انہوں نے اختلاف کیا۔ انہی کے لئے بہت بڑا عذاب ہے۔

---

[31] سورۃ الانعام ۶: ۱۵۹ — *Surah Al-An'aam, 6:159*

[32] سورۃ الروم ۳۰: ۳۱۔۳۲ — *Surah Al-Room, 30:31-32*

[33] سورۃ آل عمران ۳: ۱۰۵ — *Surah Aal Imran, 3:105*

فرقہ پرستی اسلامی معاشرے کی وحدت کو نقصان پہنچاتی ہے اس لئے مفتیان کرام اور علمائے کرام اس ضمن میں اپنا کردار ادا کریں اور ایسا ماحول پیدا کریں جس میں لوگ فرقہ اور مسلک کی گروہ بندیوں سے آزاد ہو کر کسی بھی مسجد اور مدرسہ میں دینی واجبات ادا کر سکیں اور علم حاصل کر سکیں۔

دہشت گردی

بعض لوگ دہشت گردی اور جہاد میں فرق نہیں کر پاتے اور دہشت گردی کو جہاد کا نام دے دیتے ہیں۔ جبکہ دہشت گردی اور جہاد کے درمیان زمین وآسمان کا فرق ہے۔ جہاد مسلمانوں کی انفرادی زندگی سے لے کر اجتماعی زندگی تک تمام پہلوؤں کا احاطہ کرتا ہے۔ جہاد کی ایک شکل قتال بھی ہے جو کہ ایک استثنائی صورت حال ہے۔ جو مخصوص حالات میں ریاست کے سپرد ہوتی ہے۔ اس کا حکم ریاست دے سکتی ہے، ایک عام آدمی اپنی طرف سے نہیں دے سکتا۔ اگر ہم میثاق مدینہ کو دیکھیں تو وہاں بھی جنگ کا اختیار رسول اللہ ﷺ کے پاس تھا۔ مفتیان کرام جہاد کے حوالہ سے فتویٰ دیں تو اس بات کی وضاحت ضرور کریں کہ کوئی بھی جنگی کاروائی مسلمانوں کے حاکم یا اس کے مقرر کردہ کمانڈر کی اجازت کے بغیر نہیں کی جا سکتی۔ اسلام میں قتال کی اجازت صرف حکومت دیتی ہے۔ یہ اس صورت میں ہوتا ہے جب جان ومال کے تحفظ کے لئے کوئی اور چارہ نہ ہو۔ جب دشمن صلح کی پیشکش کرے تو فوراً صلح کر لینی چاہیے تاکہ جانی ومالی نقصان نہ ہو۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَإِنْ جَنَحُوا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُO-[34]

اور اگر یہ لوگ صلح کی طرف مائل ہوں تو تم بھی اس کی طرف مائل ہو جاؤ اور خدا پر بھروسہ رکھو۔ کچھ شک نہیں کہ وہ سب کچھ سنتا، جانتا ہے۔

موجودہ حالات میں جو دہشت گرد گروپ جنگ کر رہے ہیں اور اس کو جہاد کا نام دیتے ہیں، کسی بھی صورت میں جائز نہیں ہے۔ ظلم یہ ہے کہ وہ اس کے لئے دینی دلائل کا سہارا تلاش کرنے کی کوشش کرتے ہیں جس کی اسلام قطعاً اجازت نہیں دیتا۔

امر بالمعروف کا غلط استعمال

---

[34] سورۃ الانفال ۸: ۶۱

Surah Al-Anfaal, 8:61

بعض لوگ امر بالمعروف کے نام پر فتوے لے کر اس کو اپنے سیاسی مفاد کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ حقیقت میں وہ ''اثم'' اور ''عدوان'' کو ''بر'' اور ''تقویٰ'' کا روپ دینے کی کوشش کرتے ہیں جو کہ ''امر بالمعروف'' کا غلط استعمال ہے۔ ''امر بالمعروف ونہی عن المنکر'' کسی بھی اسلامی ریاست کا اولین فریضہ ہے۔ جبکہ بعض لوگ اس کا غلط استعمال کرکے لوگوں کا عرصہ حیات تنگ کردیتے ہیں۔ لوگوں کیلئے آسانیوں کی بجائے مشکلات پیدا کرتے ہیں۔ لوگوں کو اشتعال دلا کر معاشرے کا امن تباہ کردیتے ہیں۔ اس قسم کی رویے ریاست میں فتنہ کا باعث بنتے ہیں۔ نیکی کے حکم کے لئے قوت کا استعمال صرف ریاست کا حق ہے کوئی شخص اپنی مرضی کے مطابق طاقت کا استعمال نہیں کرسکتا۔ سیاسی مقاصد کے لئے مذہب کا غلط استعمال درست نہیں۔

اسلامی ریاست کے خلاف بغاوت

اسلامی تعلیمات کے مطابق فتویٰ کے نام پر کوئی فرد یا گروہ اسلامی ریاست کے خلاف مسلح جدوجہد کرے یا ریاستی اقتدار کو تسلیم کرنے سے انکار کرے تو وہ باغی اور محارب تصور ہوگا۔ رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد جن قوتوں نے اسلامی ریاستوں کے خلاف بغاوت کی تھی اس کو خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیقؓ کے عہد خلافت میں کامیابی سے ختم کیا گیا۔ حضرت علیؓ کے دور خلافت میں آپؓ کی سیاسی حکمت عملی کو بعض باغیوں نے کفر قرار دیا اور اس کو قبول کرنے والوں کو کافر قرار دے کر واجب القتل قرار دیا۔ ان باغیوں کے لئے خارج کی اصطلاح وضع کی گئی تھی۔ یہ مسلمانوں کو کافر قرار دیتے تھے یہاں تک کہ حضرت علیؓ بھی انہی کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ ان کے نزدیک اگر کوئی مسلمان معمولی غلطی کا ارتکاب کرے یا گناہ کا کام کرے تو وہ کافر ہو جاتا ہے اور واجب القتل ہو جاتا ہے۔ بدقسمتی سے یہی فکر آج بعض گروہوں کی ہے جو مذہب کا نام لے کر قتل و غارت کرتے ہیں۔ اصل میں یہی باغی ہیں جو کہ پاکستان اور اس کے اداروں کو غیر مستحکم کرنے کی کوشش میں ہیں۔

یہ لوگ ''حرابہ'' کے جرم کا ارتکاب کیے ہوئے ہیں۔ ان کے بارے میں قرآن کا واضح حکم موجود ہے۔

إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَنْ يُقَتَّلُوا أَوْ يُصَلَّبُوا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ مِنْ خِلَافٍ أَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ ۚ ذَٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا ۖ وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ[35]

جو لوگ خدا اور اس کے رسول ﷺ سے لڑائی کریں اور ریاست میں فساد کی کوشش کریں ان کی یہی سزا ہے کہ قتل کردیئے جائیں یا سولی چڑھادیئے جائیں یا ان کے ایک ایک طرف کے ہاتھ اور ایک ایک طرف

[35] سورۃ المائدہ ۵: ۳۳

Surah Al-Maida, 5:33

کے پاؤں کاٹ دیئے جائیں یا ملک سے نکال دیئے جائیں، یہ تو دنیا میں انکی رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لئے بڑا عذاب ہے۔

مفتیان کرام کے نزدیک "حرابہ" سے متعلق آیات جن سنگین جرائم پر منطبق ہوتی ہیں ان میں پرامن اور غیر مسلم لوگوں کے خلاف دہشت گردی بھی شامل ہے۔ قرآن ہمیں مسلم حکمران کی اطاعت کا حکم دیتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ ۖ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۚ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا۝ [36]

اے ایمان والو! خدا اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو اور جو تم میں سے صاحب حکومت ہیں ان کی بھی اور اگر کسی بات میں تمہارے درمیان اختلاف واقع ہو جائے تو اگر خدا اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو اس میں خدا اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کی طرف رجوع کرو اور یہ بہت اچھی بات ہے اور اس کا انجام بھی اچھا ہے۔

فتویٰ یعنی مذہب کے نام پر انتہا پسندوں کا اسلامی ریاست کے خلاف بغاوت کرنا اور ایسے باغیوں کو سزا دلوانا فتویٰ نویسی کے لئے بہت بڑا چیلنج ہے۔

تکفیریت

تکفیریت فتویٰ نویسی کے میدان میں ایک بہت بڑا چیلنج ہے۔ کسی کے لئے کفر کا فتویٰ صادر کرنا یہ انتہائی نازک کام ہے۔ اگر کسی میں ایک فیصد بھی گنجائش ہو تو وہاں کفر والے فتوے سے احتراز کرنا چاہیے۔ لوگوں کو اسلام میں داخل کرنے کی بجائے خارج مت کریں۔ اس کا سد باب وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔ اس موڑ پر ریاست حرکت میں آئے اور قانون سازی کرے جس پر کام ہو بھی رہا ہے۔ بعض لوگ خطبہ جمعہ یا اپنی تقریر کے دوران اپنے مسلک کی تشہیر کی خاطر ایسا مواد استعمال کرتے ہیں جو کہ اسلامی معاشرے میں انتشار کا سبب بنتا ہے۔ ان چیزوں کا سد باب وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔

امہات الکتب کی عدم دستیابی

فتویٰ نویسی کے لئے مفتی کا وسیع مطالعہ ہونا چاہیے۔ وسیع مطالعہ کے لئے لائبریریوں کا موجود ہونا ضروری ہے۔ بڑے شہروں میں تو کسی حد تک لائبریریاں موجود ہیں جب کہ چھوٹے شہروں اور خصوصاً دیہاتی

---

[36] سورۃ النساء ۴: ۵۹

Surah Al-Nisa'a, 4:59

علاقوں میں یہ نہ ہونے کے برابر ہیں۔ مصادر و مراجع تک مفتی کی رسائی کا نہ ہونا فتویٰ نویسی کے لئے ایک بہت بڑا چیلنج ہے۔

مفتی کی تساہل علمی

بعض اوقات مطالعہ کی گہرائی کے بغیر سطحی مطالعہ کی بنیاد پر فتویٰ صادر کر دیا جاتا ہے۔ جو کہ بعض اوقات معاشرہ میں انتشار کا سبب بھی بنتا ہے۔ اس سے بہت سی مشکلات پیدا ہو جاتی ہیں اور معاشرے کا امن و سکون تباہ و برباد ہو جاتا ہے۔ تساہل علمی فتویٰ نویسی کے میدان میں بہت بڑا چیلنج ہے۔

متفقہ فورم کی عدم دستیابی

دنیا تیزی سے ترقی کر رہی ہے۔ سائنسی ترقی آسمان کی بلندیوں کو چھو رہی ہے۔ جس کی وجہ سے نئے مسائل بھی جنم لے رہے ہیں۔ موجودہ دور میں مسلم سکالرز کا عالمی سطح پر متفقہ فورم کا قیام وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔ اس مسئلہ کے حل کے لئے بعض احباب کا کبھی کبھار عالمی سطح پر میٹنگ کرنا ناکافی ہے بلکہ اس فورم پر ہمیشہ نئے مسائل کے حل کے لئے مجلس مشاورت کا ہونا اور مسلم سکالرز کا ہر وقت ایک دوسرے کے ساتھ رابطے میں ہونا ضروری ہے۔ لہٰذا متفقہ فورم کی عدم دستیابی فتویٰ نویسی کے لئے ایک بہت بڑا چیلنج ہے۔

حاصل مقالہ

انسانی زندگی میں ترقی ایک فطرتی عمل ہے جس کے نتیجے میں انسان مشکلات سے بھی دوچار ہوتا ہے۔ بعض اوقات یہ مشکلات اس قدر پیچیدہ ہوتی ہیں کہ ایک عام شخص ان مشکلات کے حل کے سامنے بے بس نظر آتا ہے۔ ایک مسلمان دینی و دنیاوی امور کے متعلق پیش آمدہ مشکلات کے حل کے لئے اہل علم سے فتویٰ طلب کرتا ہے۔ فتویٰ دینے کے لئے اسلامی شریعت میں مختلف اصول وآداب وضع کیے گئے ہیں۔ اس مقالہ میں اسلامی شریعت میں فتویٰ نویسی کے متعلق تعلیمات کا جائزہ لیا گیا ہے۔ مسلم سکالرز کا انسانی زندگی میں مختلف مسائل کے حل تجویز کرنے کے لئے فتویٰ کی ضرورت اور اس سے متعلق اسلامی اصول و ضوابط کا جائزہ لیا گیا ہے۔ نیز اس کے بعد مقالہ کی اہمیت، اس کے مقاصد، طریق تحقیق، تحقیقی سوالات اس موضوع پر گزشتہ بحوث کا تذکرہ وغیرہ ہے۔ فتویٰ کی جمع فتاویٰ ہے اور اس کا معنی ہے شرع کا حکم، مفتی کا فیصلہ، کسی مسئلہ کے متعلق فتویٰ دینا، شرعی حکم بیان کرنا، کسی فعل کو جائز کر دینا، جواز یا عدم جواز کی بابت حکم لینا، مشکل دینی احکام کے بارے میں دیے جانے والے جواب کو فتویٰ اور اس منصب کے حامل شخص کو مجتہد و علی سبیل مجاز مفتی کہتے ہیں۔ شریعت اسلامی میں فتویٰ نویسی کے لئے چند ایسے اصول و ضوابط جن کا جاننا ہر مفتی کے لئے ضروری ہے۔ ان کا تعلق

تمرین فتویٰ، تحریر فتویٰ، اصول فتویٰ اور آداب فتویٰ سے ہے۔ موجودہ دور میں فتویٰ نویسی کے موجودہ نظام کو بہت بڑے چیلنجوں کا سامنا ہے۔ جن کی طرف سنجیدگی سے توجہ کی ضرورت ہے۔

۱۔ ایسا فتویٰ جہاد پر نہ دیا جائے جس سے فرقہ پرستی کی بو آئے۔

۲۔ جہاد اور دہشت گردی میں واضح فرق ہے۔

۳۔ امر بالمعروف کی آڑ میں فتویٰ کا غلط استعمال نہیں ہونا چاہیے۔

۴۔ فتویٰ کی آڑ میں اسلامی ریاست کے خلاف بغاوت کا کوئی جواز نہیں۔

۵۔ کفر کے فتویٰ میں حد درجہ احتیاط ہونی چاہیے۔

۶۔ ایسی لائبریریوں کا قیام ہو جن میں امہات الکتب موجود ہوں۔

۷۔ مفتی کا مطالعہ وسیع ہونا چاہیے۔

۸۔ عالمی سطح پر متفقہ فورم ہو تاکہ مفتیان کرام ایک دوسرے کی آراء سے مستفید ہوں۔

سفارشات

مندرجہ بالا وہ مختلف پہلو ہیں جو فتویٰ نویسی اور اس نظام کو خارجی اور داخلی طور پر چیلنج کے طور پر درپیش ہیں۔ اب آخر میں میں اس حوالے سے چند گزارشات و سفارشات پیش کرنا چاہتا ہوں ہو جس پر مسلم سکالرز کو خصوصاً اور فتویٰ نویسی کے میدان کے شہسواروں کو سنجیدگی سے غور کرنا چاہیے۔

- اسلام کے جداگانہ تشخص اور آزادانہ کردار کے تحفظ کے لیے مفتیان کرام کو باہمی اتحاد اور اشتراک و ارتباط میں اضافہ کرنا ہوگا کہ کسی بھی درپیش چیلنجز کا بروقت تدارک کیا جاسکے۔
- اسلام کی اصل حقیقت کو واضح کرنے کے لئے عالمی میڈیا تک رسائی حاصل کرنا ضروری ہے۔ اپنے مؤقف اور خدمات سے دنیا کو باخبر کرنے کے لئے میڈیا کے تمام ممکنہ ذرائع اختیار کرنا ضروری ہیں۔
- مفتی صاحب بصیرت ہوتا ہے اس کے لیے ضروری ہے کہ دنیا کے عرف و عادت سے واقف ہو۔ لوگوں کی توقعات، تجاویز اور سفارشات سے پوری طرح آگاہ ہو۔ اور جن باتوں پر عمل ہو سکتا ہے انہیں ضرور دائرہ عمل میں لانا چاہیے۔
- مسلم سکالرز کے پاس ایک عالمی فورم کا ہونا ضروری ہے تاکہ متعلقہ ارباب فن علم سے وقتاً فوقتاً رابطہ ہو سکے تاکہ جدید مسائل میں مشاورت ہو سکے اور ایک دوسرے کے تجربات اور آراء وافکار سے استفادہ ہو۔
- رائے عامہ کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے اس کے لیے مفتیان کرام کو عالمی اخبارات اور ممتاز کالم نگاروں کی تحریروں سے واقفیت حاصل کرنا ضروری ہے۔

امید ہے اگر مسلم سکالرز اور خصوصاً مفتیان کرام موجودہ عالمی تناظر میں اپنے کردار کے تمام پہلوؤں کا سنجیدگی سے جائزہ لیں اور اپنے طریق کار پر نظرثانی کریں تو ان درپیش چیلنجوں سے بخوبی نمٹا جا سکتا ہے جو اس وقت کا تقاضا ہیں۔

مصادر و مراجع

۱۔القرآن الکریم

Al Quran ul Kareem

۲۔اشرف ندیم،جدید اردو لغت، مقتدرہ قومی زبان، پاکستان، ۲۰۰۴ء

Ashraf Nadeem, Jadeed Urdu Lughat,Muqtadra Qoumi Zuban, Pakistan, 2004

۳۔اصفہانی، راغب، امام، مفردات الفاظ القرآن، دارالقلم دمشق، الدارالسامیۃ، بیروت، ۱۹۹۲ء

Asfahani, Raghib, Imam, Mufridat-ul-Quran,Daar Al-Qalam, Damishq, Aldaar Al-Saamia, Berut, 1992

۴۔ایف۔ایس خیر اللہ، قاموس الکتاب، مسیحی اشاعت خانہ ۳۶ فیروزپور روڈ، لاہور، ۲۰۰۱ء

F.S.Khairullah, Qamus-Al-Kitab,Maseehi Isha'at Khana, 23 Ferozpur Road, Lahore, 2001

۵۔ بلیاوی، ابوالفضل عبدالحفیظ، مولانا، مصباح اللغات، سعید ایچ۔ایم کمپنی ادب منزل پاکستان، چوک کراچی ،۱۹۸۱ء

Bulyavi, Abu-al-Fazal Abdul Hafeez, Moulana, Misbah-ul-Lughaat, H.M.Saeed Company, Adab Manzal Pakistan, Chowk Karachi, 1981

۶۔پروفیسر فتح محمد ملک، درسی اردو لغت، مقتدرہ قومی زبان، پاکستان، ۲۰۰۴ء

Professor Fateh Muhammad Malik, Darsi Urdu Lughat,Muqtadra Qoumi Zuban, Pakistan, 2004

۷۔ دہلوی، سید احمد، فرہنگ آصفیہ، عدن پرنٹرز، شاہ زیب مارکیٹ، کوپر روڈ، لاہور، ۲۰۰۶ء

Dehlvi, Syed Ahmad, Farhang-e-Aasfia,Idan Printers, Shah Alam Market, Coper Road, Lahore, 2006

۸۔شامی، محمد امین ابن عابدین، ردالمحتار علی الدر المختار، دارالکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، ۲۰۰۳ء

Shami, Muhammad Ameen Ibn-e-Aabideen, Radd-ul-Mukhtar,Daar Al-Kutab Al-Ilmia, Berut, 2003

۹۔ ابن صلاح، تقی الدین ابو عمرو عثمان، فتاویٰ و مسائل ابن صلاح مع ادب المفتی والمستفتی، دارالمعرفہ، بیروت، لبنان، ۱۹۸۶ء

Ibn-e-Salah, Taqi-ul-din Abu Umar Usman, Fatawa-o-Masail Ibn-e-Salah Ma'adab Al-Mufti Wal-Mustafti, Daar, Al-Maarfa, Berut, 1986

۱۰۔ ابن قیم،ابو عبداللہ الجوزیہ، اعلام الموقعین، محمد جوناگڑھی (مترجم)، مکتبہ قدوسیہ، اردو بازار لاہور، ۲۰۰۷ء

Ibn Qayyam, Abu Abdullah Aljowzia, Aalam-al-Mowq'een, Muhammad Joona Garhi,Mataba Qudoosia, Urdu Bazar, Lahore, 2007

۱۱۔ ابولبابہ، شاہ منصور، مفتی، آداب فتویٰ نویسی، السعید، کراچی، ۲۰۰۹ء

Abu Lubaba, Shah Mansoor, Mufti, Adaab Fatwa Naveesi,Al-Saeed, Karachi, 2009

۱۲۔ مرادآبادی، سید محمد نعیم الدین، فتاویٰ صدرالافاضل، مکتبہ اعلی حضرت لاہور، ۲۰۰۸ء

Murad Abadi, Syed Muhammad Naeem, Fatawa Sadar-al-Faazil, Mataba Aala Hazrat, Lahore, 2008

۱۳۔ مولوی نورالحسن نیر (مرحوم)، نوراللغات، نیلاب پرنٹرز، گوالمنڈی، راولپنڈی، ۲۰۰۶ء

Molvi Noor-ul-Hassan Nayyar (Late), Noor-ul-lughat,Nilab Printers, Gawalmandi, Rawalpindi, 2006

۱۴۔ المعجم الوسیط، داراحیاء التراث العربی، بیروت، لبنان

Al-Mojam Al-Waseet,Daar Ahya Al-Turaas Al-Arabi, Berut

۱۵۔ المعلم بطرس البستانی، محیط المحیط، مکتبہ لبنان، ساحۃ ریاض الصلح، بیروت، ۱۹۸۳ء

Al-Mu'allam Batras Al-Bastani, Muheet-ul-Muheet,Maktiba Labnan, Sahat-ur-Riaz Alsalah, Berut, 1983

۱۶۔ المنجد عربی اردو، دارالاشاعت، کراچی، ۱۹۹۴ء

Almunjid Arabi Urdu, Dar-ul-Isha'at, Karachi, 1994

۱۷۔ نووی، ابوزکریا محی الدین بن شرف، کتاب المجموع، مکتبہ الارشاد، جدہ، السعودیہ

Nav'vi, Abu Zakriya Muhayy-ud-din Bin Sharf, Kitab Al-Majmoo, Maktaba Al-Irshaad, Jedah